

’انتہاپسندی‘ کی نئی برطانوی تعریف

ڈاکٹر عبداللہ فیضی[○]

گذشتہ ہفتے برطانوی پارلیمنٹ میں، کمیونٹی سیکریٹری مائیکل گوون نے ’انتہاپسندی‘ کی ایک نئی ’تعریف‘ (definition) بطور ریاستی پالیسی کے متعارف کروائی ہے، جس کی وجہ سے نہ صرف برطانیہ بلکہ دُنیا بھر میں خدمت دین سے وابستہ مسلم تنظیمات میں گہری تشویش پیدا ہوئی۔ اس تعریف میں کہا گیا ہے:

انتہاپسندی، تشدد، نفرت یا عدم برداشت پر مبنی کسی نظریے کی ترویج یا ترقی ہے، جس کا مقصد یہ ہے کہ؛ اول: دوسروں کے بنیادی حقوق اور آزادیوں کی نفی؛ یا دوم: برطانیہ کے لبرل پارلیمانی جمہوریت اور جمہوری حقوق کے نظام کو کمزور کرنا، الٹ دینا یا تبدیل کرنا؛ یا سوم: جان بوجھ کر (اول یا دوم نوعیت کے) نتائج حاصل کرنے کی سہولت دینے والا ماحول پیدا کرنا۔

Extremism is the promotion or advancement of an ideology based on violence, hatred or intolerance, that aims to:(1) negate or destroy the fundamental rights and freedoms of others or(2)undermine, overturn or replace the UK’s system of liberal parliamentary democracy and democratic rights or(3)intentionally create a permissive environment for others to achieve the results in 1or 2.

یاد رہے برطانوی حکومت نے اس سے پہلے ۲۰۱۱ء میں ’انتہاپسندی‘ کی ایک تعریف متعین کی تھی، جس کا بنیادی ہدف پُر تشدد حملوں یا اس نوعیت کا عملی اقدام تھا۔ لیکن اس ۲۰۲۳ء کی نئی تعریف کے مطابق محض کوئی بھی ایسا نظریہ رکھنا، جو برطانوی اقدار کے خلاف ہو، وہ ’انتہاپسندی‘ سمجھا جائے گا۔

○ لائیکچرار، کرٹن یونیورسٹی، ملائیشیا

اس کے لیے کسی پُر تشدد یا کسی عملی اقدام کا ہونا ضروری نہیں ہے۔ ۲۰۱۱ء کی تعریف یہ تھی:

برطانوی بنیادی اقدار کی فعال مخالفت، بشمول جمہوریت، قانون کی حکمرانی، انفرادی آزادی اور مختلف عقائد اور عقائد کے باہمی احترام اور رواداری کے خلاف اقدامات کرنے والے گروہ یا افراد کو انتہاپسند تصور کیا جائے گا۔

vocal or active opposition to British fundamental values, including democracy, the rule of law, individual liberty and the mutual respect and tolerance of different faiths and beliefs

یہاں اس بات کا جائزہ لینا مناسب ہوگا کہ پیش کردہ نئی تعریف، پرانی سے کس طرح مختلف ہے۔ ۲۰۱۱ء میں، انتہاپسندی کی روک تھام کے لیے حکومت نے ’عملی انتہاپسندی‘ کو ’بنیادی برطانوی اقدار، بشمول جمہوریت، قانون کی حکمرانی، انفرادی آزادی اور مختلف عقائد اور عقائد کے باہمی احترام اور رواداری کی فعال مخالفت‘ کے طور پر بیان کیا تھا۔

لیکن ۲۰۲۳ء میں وضع کردہ نئی تعریف کے تحت اصل ہدف فعال مخالفت یا اقدام سے بدل کر محض ’برطانوی اقدار‘ کے مخالف نظریہ اور اس کی ترویج ہے۔ یعنی اب اصل ہدف صرف پُر تشدد اقدام نہیں بلکہ صرف ایسے نظریات بھی انتہاپسندی کے دائرے میں آئیں گے، جو برطانوی لبرل نظریات سے منافی ہوں۔ یہ بات سمجھنا چاہیے کہ نئی وضع کردہ تعریف کے، برطانیہ میں رہنے بسنے والے مسلمانوں، مسجدوں، اشاعتی اداروں اور مسلم تنظیمات پر گہرے دُور رس اثرات پڑیں گے۔ اس حوالے سے اگر مائیکل گوو کی پارلیمنٹ میں کی جانے والی تقریر کا جائزہ لیا جائے تو

اس سے صاف اندازہ ہوتا ہے کہ یہ صرف ایک نئی تعریف نہیں ہے بلکہ انتہاپسندی کے حوالے سے ایک مکمل ریاستی پالیسی بیان ہے۔ جس کا اطلاق فوری طور پر کیا جائے گا۔ اس لیے وزیروں اور سرکاری ملازموں پر ایسی تنظیموں سے رابطہ کرنے یا فنڈنگ کرنے پر پابندی ہوگی، جنہیں انتہاپسند شمار کیا جائے گا۔ ابتدائی طور پر اس پالیسی کا نفاذ صرف حکومت اور اس کے محکمہ جات پر ہوگا، جب کہ کونسلوں سے توقع کی جائے گی کہ وہ حکومت کی پالیسی کی پیروی کریں گے۔ یعنی وہ تنظیمات جو نئی تعریف کے تحت ’انتہاپسند‘ قرار پاتی ہیں، اب ریاستی سہولیات سے فائدہ نہیں اٹھا سکیں گی۔ پالیسی کے تحت، ’انتہاپسند‘ دائرے میں نشان زد کی گئی تنظیمات اور افراد کو ’بلیک لسٹ‘ (ناپسندیدہ) قرار دیا

جائے گا اور انھیں ریاست برطانیہ کی طرف سے ایک طرح کے بائیکاٹ کا سامنا کرنا پڑے گا۔
 مائیکل گوو نے اپنی تقریر میں واضح الفاظ میں کہا کہ ”یہ دراصل ۷۷ راکٹوں کو حماس، اسرائیل
 جنگ کی وجہ سے برطانوی معاشرے میں پیدا ہونے والے ردعمل اور بڑھتی ہوئی انتہاپسندی کے
 خطرے کا جواب ہے“۔ مطلب یہ کہ فلسطین کی حمایت میں برطانیہ میں ہونے والے احتجاج اور
 اسرائیل مخالف جذبات درحقیقت یہ نئی پالیسی بنانے کی وجہ قرار دیئے گئے ہیں۔

خود مائیکل گوو کے مطابق اس کا مقصد انتہائی دائیں بازو کے اسلامی اور انتہاپسندوں کو نشانہ
 بنانا ہے۔ لہذا، ہاؤس آف کامنز میں اپنے اعلان میں، کمیونٹی سیکرٹری نے کہا کہ ابتدائی طور پر مسلم گروپ
 ’مسلم ایسوسی ایشن آف برٹین‘، مسلم انگیجمنٹ اینڈ ڈویلپمنٹ اور انتہائی دائیں بازو کے گروہ برٹش
 نیشنل سوشلسٹ موومنٹ اینڈ پیپریٹک الٹرنیٹو وغیرہ شامل ہیں۔ اس کے علاوہ دیگر گروہ مثلاً
 فرینڈز آف الاقصیٰ، فائیو پلز اور فلسطین ایکشن وغیرہ بھی شامل کیے جاسکتے ہیں۔ مسلم تنظیموں کا نام لیتے
 ہوئے مائیکل گوو نے پارلیمانی استثناء کا سہارا لیا، تاکہ وہ اس حوالے سے قانونی مضمرات سے بچ سکیں۔
 یاد رہے برطانیہ میں اس سال عام انتخابات ہوں گے، لہذا کنزرویٹو پارٹی، مسلمانوں کے
 خلاف اقدام کر کے سیاسی طور پر دائیں بازو کے ووٹر کی حمایت بھی حاصل کرنا چاہتی ہے۔ یہ وہ
 ہتھکنڈا ہے، جسے بعض ملکوں میں استعمال کر کے فائدہ اٹھایا گیا ہے۔

یہاں ان امور کی نشاندہی ضروری ہے جن کی وجہ سے نئی تعریف مسلمان حلقوں کے لیے
 باعث تشویش ہے۔ اگرچہ یہ تعریف اور اس کی بنیاد پر بنی پالیسی کوئی قانون نہیں ہے لیکن اس کے
 باوجود، انتہاپسند قرار دیئے جانے کی صورت میں حکومتی تعصب کا شکار ہونے اور اپنے حقوق سے محروم
 ہونے والے افراد یا تنظیمات کے پاس، انتہاپسند گردانے جانے کے حکومتی فیصلے کے خلاف اپیل کا
 حق موجود نہیں۔ مزید برآں یہ نئی تعریف پیش کرنے سے پہلے کوئی تفصیلی مشاورت یا بحث بھی نہیں
 ہوئی۔ اس کے علاوہ اس بات کا واضح خدشہ موجود ہے کہ یہ تعریف، آزادی اظہار جو جمہوریت اور
 لبرل اقدار کا مسلمہ اصول ہے کے خلاف ایک ہتھکنڈے کے طور پر استعمال ہو سکتی ہے۔

مائیکل گوو کی تقریر کے اندر برطانیہ میں بروئے کار مسلم تنظیموں کو خصوصی طور پر نشانہ بنانا
 اور فوری وجہ جواز مشرق وسطیٰ کے حالیہ تنازعے کو قرار دینا، اور ’انتہاپسندی‘ کو مسلمانوں ہی سے

منسلک کر دینا، یہ ثابت کرتا ہے کہ دراصل برطانوی پالیسی سازوں کے ذہن میں مسلمانوں کے حوالے سے چھپا تعصب کا فرما ہے۔ اس گمان کو مائیکل گوو کے وہ خیالات مزید تقویت دیتے ہیں، جن میں انھوں نے مسلمان سیاسی مفکروں جیسا کہ سید مودودی، حسن البنا اور سید قطب کے نظریات کو ’انتہا پسندی‘ کی بنیاد قرار دیتے ہوئے خاص طور پر برطانوی معاشرے کے لیے ’خطرہ‘ قرار دیا، اور کہا کہ ”اس حوالے سے برطانوی حکومت مستقبل میں اپنا رد عمل دیتی نظر آئے گی“۔ یہ بات سمجھنا ضروری ہے کہ، جدید سیاسی، سماجی و اخلاقی نظریات اپنے آپ میں کئی صدیوں کی فلسفیانہ اور ادبی تنقید کا حاصل ہیں۔ لہذا، کسی ریاست میں نافذ العمل سیاسی، سماجی و اخلاقی نظریات اور اقدار کو، تنقید سے بالاتر سمجھنا اور ایک جاہرانہ پالیسی، معاشرے کے تمام طبقات سے زبردستی تسلیم کروانا خود جمہوری اصولوں کے خلاف ہے۔ یہ سمجھنے کی ضرورت ہے کہ مائیکل گوو کے پالیسی بیان کے عملی نفاذ کی صورت میں، کثیر قومی برطانوی معاشرہ ایک نئی تقسیم کا شکار ہو سکتا ہے، جس کی بنیاد خود حکومتی پالیسی ہوگی۔ اس کے علاوہ انتہا پسندی کی نئی تعریف کے مضمرات صرف برطانوی معاشرے تک محدود نہیں رہیں گے، بلکہ دنیا کے دیگر خطوں بالخصوص برطانوی استعمار میں رہنے والے، غیر مسلم اکثریتی ممالک مثلاً آسٹریلیا، اور ہندستان وغیرہ میں دُور رس اثرات کے حامل ثابت ہوں گے۔ جس کے نتیجے میں برطانیہ اور دیگر غیر مسلم ممالک خاص طور پر دائیں بازو کی سیاسی تحریکوں کی اٹھان سے متاثر یورپی ممالک میں بسنے والے مسلمان اور کام کرنے والی تنظیمات کو عملی مشکلات اور قدم قدم پر تعصب کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے۔ اس سارے منظر نامے کے پیش نظر اگرچہ ’مسلم کونسل آف برطانیہ‘ (MCB) نے اس تقریر کے بعد حکومت کی متعصبانہ پالیسی کو چیلنج کیا ہے، لیکن یہاں پر اس بات کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے کہ ’انتہا پسندی‘ کی نئی تعریف پر نمائندہ مسلم ممالک، خاص طور پر اسلامی تعاون تنظیم (OIC) اور دیگر مؤثر ممالک اور انسانی حقوق کی تنظیموں کو فوراً نوٹس لینے کی ضرورت ہے۔^①

① برطانیہ کی ۲۰۰۰ مساجد کے اماموں اور اسلامی اسکالروں نے ایک مشترکہ بیان میں حکومت کی جانب سے کی گئی اس غلط تعریف کو مسترد کرتے ہوئے کہا ہے کہ یہ اسرائیلی لابی کے زیر اثر برطانیہ میں ۳۵ لاکھ مسلمانوں کو نشانہ بنانے کی مذموم کوشش ہے۔ (۲۲ مارچ ۲۰۲۲ء)